© rasailojaraid.com

قرآن میں ابتلاو آزمایش کا فلسفہ

ڈاکٹر توقیر عالم فلاحی

اس دنیاے فانی میں سفیدی و سیاہی' روشنی و تاریکی اور حق و باطل کا وجود عبث نہیں ہے بلکہ ہر ہر چیز میں قادر مطلق خدا کی حکمت و منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔ جہاں تک انسان کی تخلیق کا تعلق ہے اس کی غرض و غایت ہی یہ بتائی گئی کہ ہر ناحیہ عالم اور ہر شعبہ زندگی میں وہ اللہ رب العزت کی اطاعت و فرمانبرداری کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لے۔ اسی مقصد تخلیق کی تعبیر کے لیے قرآن پاک نے جابجا "بلاء" اور اس سے مشتق دوسرے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ انسان کی تخلیق کی غرض و غایت بتاتے ہوئے قرآن کہتا ہے: اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک ۶۷:۲) وہی ہے جس نے موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ وہ تم لوگوں کو آزمائے کہ تم میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے۔ دوسری جگہ زمین و آسمان کی خلقت کو رب کائنات کی شاہکار تخلیق نسل انسانی سے متعلق کرتے ہوئے فرمایا گیا' وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (ھود ۱۱:۷) وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا درآں حالیکہ اس کی حکمرانی پانی پر ہے تاکہ وہ تم لوگوں کو آزمائے کہ کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ واضح ہے کہ یہ دنیا دارالجزا نہیں ہے بلکہ دارالعمل ہے۔ ہر لحظہ اور ہر جگہ وہ امتحان کے مرحلے میں ہے۔ اپنی فطرت صالحہ کا سہارا لیتے ہوئے اور آفاق و انفس کی نشانیوں پر غوروفکر کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے خواہ ایک شخص جادۂ مستقیم پر گامزن رہے یا پھر خواہشات نفس کا اسیر بن کر اور آباو اجداد کے دین کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال کر سرفروشان حق کے بالمقابل صف آرا ہو اور منظم ہو جائے' ہر دو صورت میں یہ بندۂ خدا ___ ابتلا و آزمایش سے دوچار ہوتا ہے۔ ایک انسان مسرت و شادمانی اور خیر و حسن کی لذتوں سے سرشار ہو یا حزن و الم اور مصائب و شدائد کی بھٹیوں میں تپ رہا ہو' یہ سارے مظاہر خدا کے قانون آزمایش کے تحت ہیں نہ کہ اعمال و افعال کے نتائج کے طور پر۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا اعلان سنیے: وَنَبْلُوْکُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَیْرِ فِتْنَۃً (الانبیاء ۲۱:۳۵) اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمایش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر رہے ہیں۔ لیکن یہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی کسی عنایت و نوازش کا ظہور دیکھتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور وہ اس کے اس انعام و اکرام کا معترف و مداح بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس جب وہ گرفتار مصیبت ہوتا ہے تو رب کائنات کی جانب سے سوء ظن کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنی حالت پر ماتم کناں ہوتا ہے۔ انسان کے اس فطری احوال و کوائف کی تصویر کشی ان آیات کریمہ میں یوں کی گئی ہے: فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۥ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ (الفجر ۸۹: ۱۵'۱۶)۔ پس اللہ تعالیٰ جب انسان کو آزماتا ہے اور اسے عزت و نعمت دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے عزت دار بنایا اور جب وہ اس کو آزمایش میں ڈالتا ہے اور اس کا رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا۔ انسان کی اس فطری کمزوری کو دوسری جگہ یوں بیان کیا گیا' اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا (المعارج ۷۰: ۲۰'۲۱) جب اس کو کوئی شر لاحق ہوتا ہے تو بے صبرا ہو جاتا ہے اور کوئی خیر لاحق ہوتا ہے تو ناشکرا بن جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی ہوتی ہے' اس کی آزمایش بھی اسی معیار پر ہوتی ہے۔ ایمان و ایقان کی نعمت سے سرشار ہونے والوں کو جہاں قرآن میں خیر امت' امت وسط اور شہداء علی الناس کے القاب سے نوازا گیا ہے' وہیں امربالمعروف اور نہی عن المنکر کی عظیم ذمہ داری کا بار بھی ان کے کاندھوں پر ڈالا گیا۔ کلمہ حق لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے مقدس بول سے جب بندۂ خدا کا قلب معمور و منور ہو جاتا ہے تو رزم و بزم' نرم اور گرم اور خشک و تر ہر حالت میں' زندگی کے تمام شعبوں میں اور دنیا کے تمام خطوں میں اس کی زندگی انقلاب آشنا ہو جاتی ہے تو دوسری طرف یہ بول خدا ناشناس اور کفر و شرک کے علم بردار معاشرے کے لیے ایک چیلنج ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل ایمان کو مصائب و شدائد کے سیل رواں سے گزرنا پڑتا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر اسلام کی نعمت تمام ہوئی اور انسانیت کے لیے طریقہ زندگی کی حیثیت سے اسی دین کو سند قبولیت عطا کی گئی۔ آپؐ اس دین حق کے ساتھ تشریف لائے تاکہ خود ساختہ اور خانہ ساز ادیان و مذاہب پر اس دین کو غالب کر دیں۔ حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد اب تمام پیروان اسلام کے پاس یہ دین امانت کی شکل میں ہے۔ امت مسلمہ کے ہر ہر فرد پر اس کی استطاعت کے مطابق دین کے فروغ و اشاعت کی جدوجہد فرض ہے۔ اشاعت دین کی اسی جدوجہد میں رضائے الٰہی کے حصول کا راز مضمر ہے۔ اس عظیم سعادت و کامرانی کا حصول پھولوں کی سیج پر' نرم و گرم بستر پر اور خوشگوار و سازگار ماحول میں نہیں ہوتا بلکہ طعن و تشنیع' کشمکش و مخالفت اور اعتراضات و اختلافات کی سنگین وادیاں سر کرنا پڑتی ہیں۔ کلمہ حق کے اعلان و اظہار کے ذریعے جن باطل خداؤں پر زد پڑتی ہے یا جن کے آبا و اجداد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے دین کا قصر عظمت پامال ہوتا ہے اور کرسی و اقتدار پر ضرب پڑتی ہے وہ دعوت کے اس مقدس مشن اور اس مشن عزیز کے علم برداروں کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت آدمؑ کے مقابلے میں ابلیس لعین کی شیطنت، حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں فرعون کی فرعونیت اور نبی عربیؐ کے مقابلے میں مشرکین، منافقین اور یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانی ان تمام مظاہر میں اللہ رب العزت کی سنت ثابتہ نظر آتی ہے۔ مکہ کے پر آشوب و پر فتن ماحول میں نبیؐ اور اس کے اہل ایمان رفقا پر اعتراضات و اختلافات کے وار اور مصائب و شدائد کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں اور تحریک اسلامی کو اپنے خون جگر سے سینچنے والے سرفروشان اسلام کو دلدوز مناظر سے سابقے پیش آتے ہیں۔ ان سنگین حالات میں انھیں خدائی سنت کی تذکیر کرائی جاتی ہے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۚ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (البقرہ ۲:۲۱۴) "کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم (یونہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گزر چکا ہے۔ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں اور ہلا مارے گئے حتیٰ کہ وقت کا رسول اور اس کے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی"۔

اس ستیزہ گاہ جہاں میں اللہ تعالیٰ کا قانون آزمایش بلاوجہ نہیں ہے بلکہ انتہائی اہم مقصد پر مبنی ہے اور وہ مقصد ہے، امت مسلمہ کے اندر اس کے منصب و مقام کے مطابق انتہائی دشوار گزار مراحل میں بھی استحکام و دلجمعی کا وصف پیدا کرنا۔ باطل کا وجود اس دنیا کے اندر حباب کا سا ہے، اس کے اندر پنپنے اور نشوونما پانے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے۔ یہ اگرچہ اپنی اوچھی چالوں اور ذلیل حرکتوں سے حق کے علم برداروں کی راہ میں روڑا بنتا ہے لیکن اگر حق اپنی روشنی پوری طرح بکھیر دے تو باطل کی نظریں خیرہ ہو جاتی ہیں اور بالآخر خیر و شر کی رزم گاہ میں اسے اپنی ہار ماننا پڑتی ہے۔ باطل کی بے بضاعتی اور اس کی شکست خوردگی کا اعلان الٰک حقیقی کی زبانی سنیے: وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ (سباء ۳۴:۴۹) اور باطل نشوونما نہیں پائے گا اور نہ ہی اپنی شکل میں لوٹے گا۔ اس کے بالمقابل حق کو غلبہ و برتری حاصل ہوتی ہے اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۱) کا روح پرور منظر سرفروشان حق کے نوشتہ تقدیر میں مرقوم ہوتا ہے۔ تاریخ اس صداقت پر ناطق ثبوت ہے کہ شب تاریک کی وحشت و تنہائی کے بطن سے صبح درخشاں نمودار ہوتی ہے۔ ایک طرف آلام و مصائب کے بادل چھٹتے ہوئے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف جاں نثاران اسلام کی عزت و سرخروئی کا بول بالا ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ ابتلا و آزمایش سے متعلق قرآن پاک کی سرگذشتیں تحریک اسلامی کے علم برداروں کے لیے مژدۂ جاں فزا ثابت ہوتی ہیں۔

غزوہ احد پر قرآنی تبصرے کی روشنی میں یہ بات عیاں ہے کہ مسلمانوں کو جن ناخوشگوار حالات سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سابقہ پیش آیا وہ دراصل ان کے اعمال کا نتیجہ تھے۔ غیر متوقع حالات پیش آنے پر وہ گھبرا گئے اور کہہ پڑے کہ ہم پر یہ مصیبت کیسی؟ اس پر رسالت مابؐ کی زبان مبارک سے کہلوایا گیا' قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (آل عمران ۳:۱۶۵) اے نبیؐ کہہ دیجیے کہ یہ مصیبت خود تم لوگوں کی طرف سے ہے۔ تاہم اس غزوے میں مسلمانوں کی ہزیمت متعدد وجوہ سے فتح و کامرانی کی تمہید ثابت ہوئی۔

مسلک و عقیدہ کی بنیاد پر ہونے والی یہ دوسری جنگ تھی۔ مستقبل میں اسلامی ریاست کے قیام میں مختلف قسم کے نرم و گرم حالات سے سابقہ پیش آنا تھا اس لیے فکر و عقیدہ کو مزید راسخ اور مستحکم کرنے کی ضرورت تھی تاکہ تحریک اسلامی کے علم بردار مستقبل کے کسی ناخوشگوار واقعہ سے قنوطیت کے شکار نہ ہوں۔ جنگ احد کی ہزیمت کو اگر اس پس منظر میں دیکھا جائے تو یہاں تحریک اسلامی کو فکری اور اخلاقی تربیت کا خاصا مواد فراہم ہوتا ہے۔

غزوۂ بدر کی شان دار فتح کے نتیجے میں مومنین میں بعض ایسے حضرات موجود تھے جو غیر ضروری اعتماد کا شکار ہو گئے تھے۔ انھیں تصویر کے دوسرے رخ کا مشاہدہ کرایا گیا کہ اللہ ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر بدر میں تم لوگوں نے فتح و نصرت کا پرچم لہرایا تو یہ خدائے ذوالجلال کی قدرت کا کرشمہ تھا نہ کہ تمھاری محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ۔ اس پہلو سے اس جنگ کی ظاہری ہزیمت میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت نظر آتی ہے۔

غزوہ احد کے وقوعے تک مخلص اور مفاد پرست عناصر میں فرق و امتیاز مشکل تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایمان کے لحاظ سے بعض کمزور افراد بربنائے مصلحت اپنا رشتہ اسلام سے جوڑے ہوئے تھے لیکن غزوۂ احد میں مسلمانوں کی شکست کے نتیجے میں وہ مومنین و مخلصین کی صفوں سے نکل کر دشمنان دین کی صفوں میں جا ملے۔ اس طرح احد کے وقوعے سے خیر کا پہلو نکل کر سامنے آیا۔ تحریک اسلامی کے علم برداروں کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ وہ اپنوں اور غیروں کو اچھی طرح سمجھ لیں تاکہ آیندہ اللہ کے دین کی سرخروئی کی جدوجہد میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ۴۸:۲۹) کے عملی پیکر بن کر رزم گاہ حق و باطل میں اپنے جوہر دکھا سکیں۔ اس سیاق و سباق میں یہی ہار علم برداران تحریک کی فتح و کامرانی اور تحریک کی بازیابی کا سامان بن گئی۔ اس ابتلا و آزمایش کی مصلحت قرآن کی زبانی سنیے: وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا (آل عمران ۳:۱۶۶-۱۶۷)

دوسری سرگذشت ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔ آپؑ کفر و شرک اور الحاد و بے دینی کے ماحول میں آنکھیں کھولتے ہیں۔ فطرت صالحہ پر قائم رہتے ہوئے آفاق و انفس کی نشانیوں پر غور کرتے ہیں' بالاخر توحید کی شمع ان کے دل میں گھر کر لیتی ہے۔ اب وہ توحید کی امانت اپنے سینے میں رکھ کر کسی لومتہ لائم کی پروا کیے بغیر گھر' خاندان اور معاشرے کو دعوت حق کا پیغام گوش گزار کرتے ہیں۔ وقت کا موحد اعظم دعوت حق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی راہ میں گھر' خاندان' ماحول اور معاشرے حتیٰ کہ حکومت وقت کی تمام مشکلات کا خیر مقدم کرتا ہے اور بالآخر سب سے رشتہ ناطہ توڑ کر خالق حقیقی کے لیے نماز و قربانی اور جینے اور مرنے کو وظیرۂ حیات قرار دے لیتا ہے۔ اللہ کے دین کی اشاعت و سرفرازی میں عمر کی بیشتر بہاریں گزر چکی ہوتی ہیں لیکن اب یہ فکر ہوتی ہے کہ میرے بعد دین حنیف کا بیڑا کون اٹھائے گا۔ چنانچہ آپ دعاؤں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بالآخر آپ حضرت اسماعیل جیسے فرزند ارجمند سے نہال ہوتے ہیں۔ یہاں بھی آزمائش سے نہیں بچتے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ اپنے لخت جگر کو اس کی ماں کے ساتھ وادی غیرذی زرع میں چھوڑ دو۔ اس کے بعد آزمائش کے مرحلہ عظیم سے سابقہ پیش آتا ہے۔ خواب میں دکھایا جاتا ہے کہ اپنی عزیز ترین چیز کو میری راہ میں قربان کر دو۔ پھر کیا تھا' بیٹے کی گزارش پر باپ نے اس کے ہاتھوں اور پیروں کو رسی سے باندھ دیا اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی اور چھری گردن پر رکھ دی۔ مشیت الٰہی جوش میں آئی اور حضرت ابراہیم کو اس ابتلا و آزمائش میں کامیابی کی بشارت ملی' قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۰۵) اے ابراہیم' تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ کو بیٹے کی قربانی مقصود نہیں تھی بلکہ آزمائش کی بھٹیوں سے گزار کر حضرت ابراہیمؑ کی عزت و سرخروی مقصود تھی اور باپ اور بیٹے کے تاریخی کردار کو دنیائے انسانیت کے لیے نمونہ للبیت بنانے کی مصلحت کارفرما تھی۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ' وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ' وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ' سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ' كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۰۶'۱۰۹) یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے آنے والی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیمؑ پر' ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

ابتلا و آزمائش سے متعلق قرآن پاک کی سرگذشتوں میں حضرت یوسفؑ کی سرگذشت بھی قابل ذکر ہے۔ قرآن کے بیانات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کو ان کے عین شباب میں حسن و جمال کی پیکر' عزیز مصر کی ملکہ زلیخا نے دعوت عیش و طرب دی' لیکن انھوں نے رب ذوالجلال کے برہان عظیم اور اس کے بے پایاں رحم و کرم کے طفیل میں جس دلنشیں دعوتی انداز میں اس کو ٹھکرایا اس کی مثال نہیں ملتی۔ حضرت یوسفؑ کی معذرت ملاحظہ فرمایئے: قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ (یوسف ۱۲: ۲۳) یوسفؑ نے کہا "خدا کی پناہ' میرے رب نے مجھے اچھی منزلت بخشی (اور میں یہ کام کروں)۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس عظیم داعی حق کے لیے یہ ایک روح فرسا منظر تھا جس سے دامن چھڑا کر اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہنا تھا۔ اس دشوار گزار مرحلے سے گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور اپنے مخلص بندے کی عزت و توقیر کی سند یوں دیتا ہے' كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف ۱۲: ۲۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا ہوا تاکہ ہم اس سے بدی و بے حیائی کو پھیر دیں بلاشبہ وہ ہمارے چنیدہ بندوں میں سے تھا۔ اور ہوا بھی یہی کہ آزمائش کی اس بھٹی میں تپ کر وہ اور خالص ہو گئے اور مستقبل میں کوئی سازش ان کے پایۂ ثبات میں لغزش نہ لا سکی۔ سید مودودیؒ اس کے متعلق کہتے ہیں:

"اب یہ ظاہر ہے کہ جو خواتین کرام ایک حسین غلام کے آگے بچھی جا رہی ہیں وہ ایک جواں اور خوبصورت فرمانروا کو پھانسنے اور بگاڑنے کے لیے کیا نہ کر گزرتیں۔ اس کی پیش بندی اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی کہ ایک طرف تو ابتدا ہی میں اس آزمائش سے گزار کر حضرت یوسفؑ کو پختہ کر دیا اور دوسری طرف خود خواتین مصر کو بھی ان سے مایوس کر کے ان کے سارے فتنوں کا دروازہ بند کر دیا" (تفہیم القرآن' جلد دوم' ص ۳۹۴)۔

حضرت یوسفؑ کے اس مومنانہ وصف اور جراُت مندانہ اقدام کو حکام سلطنت اور امرائے مصر ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہ کر سکے۔ چنانچہ خواتین مصر کی ترغیبات اور ارباب سلطنت کی مذموم خواہشات کا کھلونا نہ بننے اور صبر و استقامت کی روش پر گامزن رہنے کے نتیجے میں انھیں سزائے قید کی صعوبتیں بھی جھیلنا پڑیں۔ قید و بند کی یہ سزا فکر و نظر کی وسعت اور خدائے بزرگ و برتر کی حکمت و مصلحت سمجھے بغیر واقعی ایک مخلص داعی حق پر ظلم و جور کی علامت بن جاتی ہے لیکن حسینان مصر اور حکام سلطنت کی منظم اور مذموم سازشوں کے پس منظر میں دیکھا جائے تو یہ خدائی سنت نظر آتی ہے' اس سزائے قید و بند سے خواتین مصر اور ظالم حکمرانوں کے دلوں پر داعی حق کی عظمت کا سکہ بیٹھ گیا' انھوں نے اخلاقی شکست مان لی اور آیندہ کے لیے اس ظالم معاشرے کے سامنے اس داعی حق کی شخصیت منزہ ہو کر آ گئی۔

راہ حق میں جن جن مشکلات سے بھی سابقہ پیش آتا ہے یہ تمام کی تمام خالق حقیقی کے اصول آزمائش کے مظاہر ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل کے لیے یہ مستبعد نہیں تھا کہ وہ اپنے مخلص بندوں کو تمام قسم کی آفات و بلیات سے نجات دلا کر نوازش و کرم کا معاملہ فرماتا اور دعوت دین کی راہ میں حائل تمام موانع و مشکلات کا سدباب کر کے اپنے تمام بندوں کو جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام کر دیتا۔ لیکن یہ دنیا دارالعمل ہے یہاں ہر شخص ابتلا کے مرحلے سے دوچار ہے۔ وہ جیسے بھی عمل کرے گا وہ دارالجزا (دوسری اور ابدی زندگی) میں اس کا پورا پورا بدلہ پائے گا۔ مزید برآں وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ کون بندۂ خدا مشکل ترین اور دشوار گزار مراحل میں بھی اللہ واحد کے پرستار ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور کون تمام قسم کی راحتوں اور آسائشوں کے باوجود اللہ کا باغی و سرکش بن جاتا ہے۔ انھی اصولوں کے محور پر اللہ تعالیٰ کا قانون آزمائش گردش کرتا ہے۔ اس باب میں قرآن مجید کی آیتیں اللہ تعالیٰ کے ان بندوں سے بھی متعلق ہیں جو ایمان و ایقان کی بیش بہا دولت سے متمتع ہوتے ہیں اور اللہ کے دین کے غلبہ و سرفرازی میں کوشاں رہتے ہیں اور ان بندگان خدا سے متعلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی ہیں جو ایمان و ایقان کی نعمت عظمیٰ سے محروم ہوتے ہیں اور دانستہ یا نادانستہ خدا کی زمین پر خدا سے بغاوت و سرکشی کا رویہ اپناتے ہیں۔ اعلائے کلمتہ اللہ اور اظہار دین کی عظیم اور انتہائی مقدس مہم میں کامیابی صبر و استقامت کی شاہراہ پر گامزن رہے بغیر ممکن نہیں۔ اس لیے کہ مصیبتیں اور پریشانیاں اس راہ کے انتہائی ناگزیر مراحل ہیں۔ قرآن بہانگ دہل اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ (البقرہ ۲: ۱۵۵) ہم یقیناً خوف، بھوک، مالوں اور پھلوں میں نقصان دے کر تمھیں آزمائیں گے۔ دوسری جگہ گروہ مومنین کو گوش گزار کرایا گیا۔ لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا (آل عمران ۳: ۱۸۶) تم لوگ ضرور مال و جان میں آزمائے جاؤ گے اور یقیناً اہل کتاب اور مشرکین سے بڑی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔

اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ اگر قول و فکر کے مطابق عمل نہیں ہے تو یہ بے معنی اور بارگاہ ایزدی میں بے وزن ہے بلکہ عمل سے عاری محض کے قول کو انتہائی شنیع و ناپسندیدہ ٹھہرایا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ (الصف ۶۱: ۲،۳) اے ایمان لانے والو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ انتہائی ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ باتیں کہو جن پر تم عمل نہیں کرتے ہو۔ قول و عمل میں تضاد و اختلاف کی بنا پر ہی کلمہ گو لوگوں کو منافقین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور انھیں اسلام کے واضح دشمنوں سے زیادہ مہلک بتایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ عتاب و عذاب کا مستحق قرار دیا گیا۔ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (النساء ۴: ۱۴۵) بلاشبہ منافقین جہنم کے نچلے درجے میں ہوں گے۔ خوشنودی رب کا پروانہ حاصل کرنا بندۂ مومن کی محبوب ترین متاع ہے۔ اس کے حصول کی راہ میں طرح طرح کی مشکلات پیش آئیں گی، طنز و تشنیع کی جائے گی، اپنوں اور غیروں کی طرف سے اعتراضات و اختلافات کے وار کیے جائیں گے، یہاں تک کہ حکومت وقت کی ستم رانیوں کا نشانہ بننا پڑے گا، لیکن یہ سارے مراحل ابتلا و آزمائش کے ہوتے ہیں۔ اگر داعی حق کے قدم ان میں ڈگمگا جائیں تو ایک طرف رضائے الٰہی حاصل کرنے سے قاصر رہتا ہے اور دوسری طرف اس چند روزہ زندگی میں انعام و اکرام سے محرومی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس جو لوگ صبر و ثبات کی ڈگر پر چلتے ہیں آلام و مصائب کی نعمت سے سرشار ہونے کے ساتھ ساتھ اس چند روزہ زندگی کی شادکامیاں بھی حاصل کرلیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابتلا و آزمائش کے اصول کی یقین دہانی کے بعد ثابت قدم رہنے والوں کو یہ بشارت دیتا ہے، أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (البقرہ ۲: ۱۵۷) ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی عنایتیں اور مہربانیاں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یاب ہیں۔ مصیبت کا اسلامی فلسفہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن دوسری جگہ یوں واضح کرتا ہے: مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (التغابن ۱۱:۶۴) کوئی بھی مصیبت اللہ کے اذن کے بغیر نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اللہ اسے ہدایت بخشتا ہے۔ خوشنودی رب کا حصول ہی بندۂ مومن کا واحد اور محبوب ترین مقصد ہے' جس کے طفیل میں ایک مومن جہنم کے دہکتے ہوئے شعلوں سے نجات بھی حاصل کرتا ہے اور اس فنا پذیر اور زوال آشنا دنیا کی لذتیں بھی۔ لیکن اصل اور حتمی کامیابی آخرت کی ہی کامیابی ہے اور یہی بندۂ مومن کی کامیابی کی معراج ہے۔ حصول جنت کے لیے اہل ایمان کو شدائد و محن کی وادیاں سر کرنا پڑتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون آزمایش کے تحت۔ دخول جنت اور شیدایان اسلام پر مصائب و مشکلات سے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنیے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (آل عمران ۳:۱۴۲) کیا تم لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ (یونھی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں اور (آلام و مصائب پر) صبر کرنے والوں کو اب تک نہیں جانا۔

دنیا میں انسانی دوڑ دھوپ کا ماحصل اولاد کی خوشحالی اور ان کی فلاح و بہبود ہے اور مال و دولت کا حصول اس مقصد کی تکمیل میں مرکز و محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ ابتلا و آزمایش کا الٰہی اصول خوشگوار و ناخوشگوار حالات کے دونوں پہلوؤں پر مشتمل ہے اس لیے دنیا اور سامان دنیا کی بے ثباتی کے باوجود بندگان خدا کو مال' اولاد اور سامان آزمایش کے طور پر دیے گئے ہیں۔ اس پہلو سے اسلام کے کسی نام لیوا یا علم بردار کی بھی آزمایش ہوتی ہے اور کفر کے حامی و مددگار کی بھی۔ اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے مال و اولاد کی حقیقت بیان کی جاتی ہے' اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (التغابن ۱۵:۶۴) تمھارے مال و اولاد محض سامان آزمایش ہیں اور اجر عظیم اللہ کے پاس ہے۔ ایک جگہ ذکر الٰہی کو عظیم ترین سرمایہ قرار دیتے ہوئے مال و اولاد کی فتنہ انگیزیوں سے خبردار کیا جاتا ہے' يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المنافقون ۹:۶۳) اے ایمان لانے والو' تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جن لوگوں نے ایسا کیا پس وہی لوگ خسارے میں پڑنے والے ہیں۔ مال و اولاد کی چاہت اور اس کے حصول کی کوشش غیر مطلوب نہیں ہے۔ ہاں جائز طریقے سے ان کا حصول اور خوشنودی الٰہی میں ان کا استعمال مقصود ہے۔ اللہ رب العزت کی بتائی گئی حدود و قیود کا لحاظ کرتے ہوئے اور ہر معاملہ زندگی میں اس کے احکام و قوانین کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے اگر ایک بندۂ مومن اس عارضی دنیا میں ان سے متمتع ہوتا ہے تو دراصل یہ اس کی ان شبانہ روز دعاؤں کا ثمرۂ خیر بن جاتا ہے جن میں آخرت کی کامیابی کے ساتھ ہی ساتھ وہ دنیا کے خیر و حسن کا طلب گار ہوتا ہے۔ احکام الٰہی کی تعمیل اور خدا کے دین کی سرفرازی کی راہ میں صرف ہونے والے جان و مال' فلاح و کامیابی کی راہ کا قیمتی اثاثہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بن جاتے ہیں۔ لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التوبہ ۹:۸۸) لیکن رسولؐ اور اس کے اہل ایمان ساتھیوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انھی کے لیے خیرات و حسنات ہیں اور وہی لوگ فلاح یاب ہیں۔

اس جہان آب و گل میں اللہ رب العزت سے بغاوت و سرکشی کی روش اختیار کرنے والوں کی خوشحالی و فارغ البالی بھی اللہ کے قانون آزمایش کے مطابق ہے۔ چونکہ اصل خالق اور حقیقی رازق اللہ کی ہی ذات ہے، اس لیے ایک طرف ابتلا و آزمایش کے قرآنی اصول اور دوسری طرف نشان رزّاقیت کے تقاضاؤں کے تحت یہ ضروری تھا کہ منکرین اور باغیوں کو بھی اسباب زندگی اور علائق دنیا سے متمتع ہونے کا موقع دیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اہل ایمان رفقا کی کشادگی رزق اور ان کی جائے قیام کو امن و سکون کا گھوارہ بنانے کی عرضی جب بارگاہ رب العزت میں پیش کی تو خالق دوجہاں اور رازق حقیقی کی طرف سے یہ فرمان صادر ہوتا ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ (البقرہ ۲:۱۲۶) اور جو کفر کرے گا تھوڑے دنوں تک اسے بھی نفع پہنچاؤں گا پھر اس کو گھسیٹ کر عذاب جہنم تک لے آؤں گا۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ بندوں کے کفرو شرک اور عناد و سرکشی کے باوجود ان کی خوشحالی و فارغ البالی کی مصلحت بتاتا ہے۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (آل عمران ۳:۱۷۸) اور کفار یہ گمان نہ کریں کہ ہم انھیں مہلت دے رہے ہیں تو یہ ان کے لیے خیر ہے۔ ہم تو انھیں مہلت اس لیے دے رہے ہیں کہ وہ گناہ کے اعتبار سے اور بڑھ جائیں اور ان کے لیے ایک اہانت آمیز عذاب (مقدر) ہے۔ اسی حقیقت کی وضاحت سورۃ القلم میں فرمائی گئی۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ (القلم: ۴۴، ۴۵) ان کو بتدریج تباہی کی طرف اس طرح لیے جا رہے ہیں کہ انھیں معلوم نہیں ہے۔ میں انھیں مہلت دے رہا ہوں یقیناً میری پکڑ مضبوط ہے۔ ایک دوسری جگہ قرآن بتاتا ہے کہ کفرو شرک کے رویہ پر قائم رہنے والوں کے لیے شان و شوکت کا حصول اور مال و اولاد کی فراخی دوسروں کو دعوت نظارہ تو دے سکتی ہے لیکن فی الحقیقت خود ان کے لیے سودمند اور نفع بخش نہیں ہے، اور نہ ہی یہ اللہ کی طرف سے انھیں کسی معاملے میں مستغنی و بے نیاز بنا سکتی ہے۔ اس باب میں قرآن پاک کا اعلان سنیے: اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا (آل عمران ۳:۱۱۶) بلاشبہ کافروں کو ان کے مال و اولاد اللہ کی کسی چیز سے ہرگز بے نیاز نہیں کریں گے۔

ابتلا و آزمایش کے ضمن میں یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ نوع انسان کی تخلیق کی غرض و غایت ہی آزمایش ہے۔ خواہ مومنین و مخلصین کا گروہ ہو یا مشرکین و منافقین کا، ہر ایک امتحان و آزمایش کی گھڑی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے دوچار ہے۔ ہاں خدا ترسی اور خدا شناسی کی کسوٹی پر اترتے ہوئے جو گروہ جتنا معزز و محترم ہے اس کی آزمایش بھی اتنی ہی سخت اور دشوار کن ہے۔ اور اس کے منصب و مقام کے پیش نظر اس کی ذمہ داریاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ دین کی امانت کا بار اسی معزز گروہ کے افراد کے کاندھوں پر ہوتا ہے۔ انسانیت تک اس امانت الٰہی کو منتقل کرنے کے مقدس مشن کی تکمیل میں شدائد و محن اور مصائب و مشکلات ناگزیر ہیں۔ چنانچہ حق کے مقابلے میں باطل اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اس ستیزہ گاہ جہاں میں جلوہ گر ہوتا ہے اور مصائب و مشکلات کے وار کے ذریعے علم برداران حق کے پایہ استقلال میں لغزش پیدا کر کے فتح و کامرانی کا سہرا اپنے سرباندھنا چاہتا ہے۔ اس لیے دین حق کے شیدائیوں کو صبر و عزیمت کی راہوں سے گزار کر پختہ کرنا سرتاپا حکمت خداوندی پر مبنی ہے۔ چنانچہ خوف و ہراس' مال و اولاد اور پھلوں کے تلف و ضیاع اور دوسری آفات و بلیات کے ذریعہ بندگان خدا کی آزمایش میں حکیم مطلق کی حکمت واضح نظر آتی ہے۔ جہاں تک اسباب دنیا نواز کر آزمایش کی بات ہے وہ بھی ایک حقیقت ہے۔ اگر ایک بندۂ خدا' اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کے مطابق اور اس کی رضا کا طالب بنتے ہوئے مال و اولاد اور دیگر علائق دنیا کا استعمال کرتا ہے تو یہ اس کے شرف و عظمت اور سعادت و کامرانی کا موجب بنتے ہیں۔ اس کے برعکس وہ بندۂ خدا جو بغاوت و سرکشی اختیار کرتے ہوئے اموال و اسباب کو تفریح طبع اور عیش کوشی کے لیے استعمال کرتا ہے وہ بڑا ہی محروم القسمت ہوتا ہے۔ وہ آخرت کی حقیقی اور لازوال مسرتوں سے دور رہتا ہے اور بسااوقات نمونہ عبرت کے طور پر اسے اللہ رحمان و رحیم اور حکیم مطلق کی مشیت کے مطابق اپنی ہلاکت و بربادی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

ماہنامہ آئین لاہور

مدیر : مظفر بیگ

جولائی ۹۷ میں اشاعت خاص

خرم مراد: حیات اور خدمات

خصوصی مجلس ادارت : مسلم سجاد۔ حسن صہیب مراد۔ سلیم منصور خالد

نگارشات اس پتے پر ارسال کی جائیں۔

دفتر آئین : نسیم مارکیٹ' ریلوے روڈ' لاہور

© rasailojaraid.com